



علم نبوت کی کرنیں

حصہ اول

مفتی منیب الرحمن

جدید میڈیکل سائنس کی ارتقا کا عمل جاری و ساری ہے اور کسی کو نہیں معلوم کہ یہ سفر کہاں جا کر ختم ہوگا یا کبھی ختم ہوگا بھی یا نہیں۔ لیکن جس سطح تک یہ ارتقائی عمل اب تک پہنچ چکا ہے، اُس کی اساس ہمیں، بخوبی علم نبوت میں نظر آتی ہے اور احادیث مبارکہ کا ذخیرہ اس پر شاہدِ عدل ہے۔ انسانی رنگت، شکل و شباہت، اعضاء کی ساخت، مزاج کے تنوع اور نسب کے جانچنے کے حوالے سے سائنس دانوں نے قانونِ توازن کو متعارف کیا، اس میں Calvin Hall, Mandel, Lvon Poalو کے نام قابلِ ذکر ہیں اور ڈی این اے بھی اسی کا تسلسل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو جب پیدا کیا، تو پورے گزہٴ ارض سے ایک مُشتِ خاک لی، تو مٹی کی جتنی رنگتیں اور قسمیں ہیں، وہ سب بنی آدم کی رکتوں اور مزاج میں ڈھل گئیں۔ سو بنی آدم میں سرخ، سفید، سیاہ اور ملی جلی رکتوں کے افراد موجود ہیں۔ اسی طرح بعض مٹی نرم ہوتی ہے، بعض سخت، بعض درمیانی خاصیت کی اور اسی طرح کوئی مٹی اپنی اصل کے اعتبار سے خبیث، کوئی پاکیزہ اور کوئی درمیانی خاصیت کی ہوتی ہے، (طبقات الکبریٰ لابن سعد: 30)۔“ سو مٹی کے یہ خواص انسانی مزاج میں ڈھل گئے۔

پس انسانوں میں بھی آپ کو ہر طرح کے مزاج والے ملیں گے، نرم خوبھی ہوتے ہیں، معتدل مزاج بھی ہوتے ہیں، اکھڑ، اڑیل اور دُرُشت مزاج بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح بنی آدم میں بدطینت، اخلاقِ رذیلہ و خبیثہ کے حامل اور اخلاقِ حمیدہ سے مزین ہر طرح کے افراد ملتے ہیں۔ الغرض اصلِ خلقتِ آدم تو مٹی سے ہے اور وہ قطرہٴ آب جو انسان کے وجود کا نقطہٴ آغاز ہے، ان تمام خصوصیات کا حامل ہے اور یہ سب چیزیں انسانوں میں منعکس نظر آتی ہیں۔

حدیثِ پاک میں ہے: ”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم)، میرے ہاں ایک سیاہ فام بیٹے نے جنم لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟، اُس نے جواب دیا: جی ہاں!، آپ ﷺ نے پوچھا: اُن کے رنگ کیسے ہیں؟، اُس نے عرض کی: سرخ، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اُن میں کوئی خاستری رنگ کا بھی ہے؟، اُس نے عرض کی: جی ہاں!، آپ ﷺ نے فرمایا: تو وہ (یعنی سرخ اونٹوں میں خاستری رنگ کا اونٹ) کہاں سے آگیا؟، اُس نے عرض کی: شاید کسی رگ نے اُسے کھینچ لیا ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تمہارے بیٹے کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو، (بخاری 5305)۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قیاس فرماتے تھے اور اس میں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حیوانات میں بعض نسلی خصوصیات پر مبنی قانونِ توازن جاری ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے، اسی طرح انسانوں میں بھی یہ قانونِ فطرت جاری و ساری ہے۔ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً وہ شخص سفید رنگ کا تھا، تو اُسے اپنے سیاہ فام بیٹے کے بارے میں خُپہ ہوا کہ کہیں اس کا نسب مشتبہ تو نہیں ہے، آپ ﷺ نے اپنی پاکیزہ الہامی بصیرت سے اُس کے شک و شبہ کو دور فرما دیا اور درج ذیل حدیثِ مبارک میں اس کی مزید وضاحت ملتی ہے:

علی بن ابی رباح اپنی سند کے ساتھ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا: تمہارے ہاں کیا پیدا ہوا؟ اُس نے جواب دیا: میرے ہاں جو بھی پیدا ہوگا بیٹا ہوگا یا بیٹی، آپ ﷺ نے پوچھا: وہ بچہ (صورت میں) کس سے مشابہ ہوگا؟ اُس نے عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم)، یقیناً اپنے باپ یا ماں میں سے کسی کے مشابہ ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا کو، اس طرح نہ کہو، (بات یہ ہے کہ) جب نطفہ ماں کے رحم میں قرار پاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت سے) اُس کے اور آدم علیہ السلام کے درمیان تمام رشتوں (یعنی اُن کی صورتوں) کو حاضر فرما دیتا ہے، (پھر آپ ﷺ نے فرمایا:) کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا: ”وہ جس صورت میں چاہتا ہے، تمہارے وجود کی تشکیل فرما دیتا ہے، (انجم الکبیر للطبرانی 4624)۔“

غور کا مقام ہے کہ اُس دور میں جسے دورِ جہالت کہا جاتا ہے، نورِ نبوت کے سوا، جو وحیِ الہی کا منبع ہے، کسی اور صاحبِ علم و دانش کی بصیرت و فراست کے بارے میں یہ سوچا جاسکتا ہے کہ وہ اتنی گہرائی اور گیرائی کی حامل ہو اور علم کی ایسی کرنیں بکھیر دے کہ جن تک جدید دور کے ذی عقل و ذی شعور انسانوں کی صدیوں بعد جزوی رسائی ہوئی ہو۔ یہ مظاہر ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ بچے کی صورت نہ باپ کے مشابہ ہے اور نہ ماں کے، اسی سبب بعض لوگ صحبتِ نسب کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہوتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے علمِ نبوت کے فیض سے اس مسئلے کو کم و بیش سواچودہ سو سال پہلے حل فرما دیا۔ اس مسئلے کی مزید تصدیق و تصویب اس حدیثِ پاک سے ہوتی ہے:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کا رخ انور مسرت و شادمانی سے دمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (عائشہ!) تمہیں معلوم ہے کیا ہوا؟۔ زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید چادریں اوڑھ کر اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ اُن کے سر (اور بدن کا بالائی حصہ) ڈھکا ہوا تھا اور پاؤں کھلے تھے۔ اس اثنا میں بنو مُدَلج کا ایک قیافہ شناس مُسَحَّرُ مُدَلِجِی آیا، اچانک اُس کی نظر دو لیٹے ہوئے اشخاص پر پڑی (جن کے صرف پاؤں نظر آ رہے تھے)، تو اُس نے کہا: یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں یعنی یہ آپس میں باپ بیٹا ہیں، (صحیح مسلم 1459)۔“

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والے چار نفوس میں شامل ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور متبَتّی تھے، جب آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا، تو انہوں نے آزاد ہو کر اپنے ماں باپ اور خاندان کے پاس جا کر رہنے کی بجائے، رسول اللہ ﷺ کی دائمی غلامی کو ترجیح دی۔ انہوں نے ایک حبشی عورت بَرکہ، جن کی کنیت اُمّ یَمَن تھی، سے شادی کی اور اُن سے اُن کے فرزند اسامہ پیدا ہوئے۔ حضرت اسامہ کا لقب ”حَبُّ رَسُولِ اللّٰہ“ یعنی ”رسول اللہ ﷺ کا محبوب“ تھا۔ رسول اللہ ﷺ آپ کو ایک ہی سواری پر اپنے پیچھے بٹھاتے تھے، عربی میں اونٹ یا گھوڑے پر سوار کے پیچھے بیٹھنے والے کو ردیف کہتے ہیں۔ وہ رنگت میں سیاہ فام لگتے تھے



۔ باپ سے رنگت کے فرق کی وجہ سے کسی بدنیت شخص نے اُن کے نسب پر شک ظاہر کیا، اس سے رسول اللہ ﷺ کو رنج ہوا۔ لہذا جب مُحَزَّزُ مُنْدَلِجی نے قیافے کی بنا پر محض دونوں کے پاؤں دیکھ کر انہیں باپ بیٹا قرار دیا، تو آپ ﷺ کو نہایت مسرت ہوئی۔ شرعاً تو ان کا نسب پہلے ہی ثابت تھا، مگر قرآن کی شہادت سے اس کو تقویت ملی، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ شہادت کا اصل معیار تو شریعت ہی کا رہے گا، تاہم قرآن کی شہادت اس کے لیے تقویت کا باعث بنتی ہیں۔

آج کل موسمیاتی تغیر کا عالمی چیلنج درپیش ہے۔ Global Warming یعنی عالمی سطح پر درجہ حرارت میں اضافہ ایک خطرے کی صورت میں نمودار ہوا ہے۔ سو ماحولیاتی حرارت میں کمی یا کم از کم اسے موجودہ حد تک برقرار رکھنے کے لیے ایک مفید حکمت عملی شجرکاری اور جنگلات میں اضافہ ہے۔ عالمی ماہرین کسی بھی ملک کی زمین میں جنگلات کا ایک کم از کم تناسب ضروری سمجھتے ہیں۔ جنگلات اور درخت موسم کو بہتر رکھنے، زلزلوں اور طوفانی بارشوں میں زمین کے کٹاؤ کو روکنے کا باعث بنتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے شجرکاری کی ترغیب دیتے ہوئے اس فعل کو نیکی کا درجہ دیا اور اس کے ثمرات کو صدقہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

(1) ”جو شخص کوئی درخت لگائے یا فصل کاشت کرے، پھر اُس سے کوئی انسان یا پرندہ یا درندہ یا چوپایا کھائے، تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے، (مسند احمد: 15201)۔“ (2) ”جو بھی مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے، تو اُس درخت سے جو کچھ کھایا جائے، وہ اُس کے لیے صدقہ ہے اور جو اُس سے چوری ہو جائے، اور جو درندے اُس سے کھالیں، وہ (بھی) اُس کے لیے صدقہ ہے اور جو پرندے اُس سے کھالیں، وہ بھی اُس کے لیے صدقہ ہے، اور کوئی شخص اُس میں سے کم کرے گا، وہ بھی اُس کے لیے صدقہ ہو جائے گا، (مسلم: 1552)۔“ (3) ”اگر قیامت سر پہ کھڑی ہو اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کسی درخت کا کوئی قلم یا پودا ہے، اگر وہ کھڑا ہونے سے پہلے اُسے زمین میں لگا سکتا ہے، تو ضرور لگا لے، (ادب المفرد: 479)۔“

یہ انسان کی فطرت ہے اور اس کی کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ اس کی کاشت کی ہوئی فصل، لگایا ہوا باغ اور بویا ہوا پودا جب کامل ہو جائے، تو اپنی محنت کا سارا ثمرہ اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اُس کا کوئی دانہ، کوئی پھل، کوئی پھول، کوئی سبزی الغرض کوئی بھی چیز ضائع ہو جائے۔ لیکن شجرکاری وہ شعبہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے نیت کے بغیر ہی انسان کو اجر کا حق دار قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے صدقے سے تعبیر فرمایا ہے۔ اُس میں سے کوئی چیز انسان، حیوانات، چرند، پرند، درندے حتیٰ کہ حشرات الارض کھائیں یا چوری ہو جائے یا کوئی کمی ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اُس پر بھی اُسے اجر عطا فرماتا ہے۔ انسان کے لگائے ہوئے درخت کی چھاؤں میں کوئی راحت پالے تو یہ بھی صدقہ ہے، کوئی پرندہ اُس کی شاخوں میں آشیانہ بنا لے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ جو دین اتنا ماحول دوست ہو، انسان نواز ہو، اللہ کی ہر مخلوق کے لیے وسیلہ رحمت ہو، حتیٰ کہ اللہ کی زمین کی برقراری اور شادابی کے لیے سہارا ہو، اُس کے ماننے والوں کے وطن میں جنگلات تباہ و برباد ہوتے رہیں، زمین درختوں کے سائبان سے بے لباس ہو جائے، اسے دنیا و آخرت کی محرومی کے سوا اور کس چیز سے تعبیر کیا جائے۔ اس کی اہمیت کا بیان زبان نبوت ہی فرما سکتی ہے کہ تمہارے ہاتھ میں قلم یا شاخ ہے اور قیامت سر پہ کھڑی ہے، تب بھی اٹھنے سے پہلے اسے زمین میں لگا سکتے ہو تو لگا لو۔